ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY

USMAN NOTES
www.usmannotes.com

Name:

Registration No.:

Course Code: 3905

Program: BS Islamic Studies (Spec. Seerat Studies)

Semester: Autumn 2026

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ (شعبہ سیرت سٹڈیز)

کورس: شمائل رسول ﷺ (3905) • سطح: بی ایس علوم اسلامیہ (تخصص سیرت سٹڈیز)

سمسٹر: خزاں 2026

امتحانی مشق نمبر 1 (یونٹ 1-4)

کل نمبر: 100 • کامیابی کے نمبر: 0

حل شدہ اسائنمنٹ گائیڈ

Reference &For Study — SOLVED ASSIGNMENT GUIDE

نوٹ: یہ گائیڈ صرف مطالعہ اور حوالے کے مقصد کے لیے تیار کی گئی ہے۔ طلبہ کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ کورس کی کتاب کے متعلقہ یونٹس غور سے پڑھیں، تصورات کو اچھی طرح سمجھیں اور پھر اسائنمنٹ اپنے الفاظ میں لکھیں۔ اس گائیڈ کو ہو بہو نقل کرنے کے بجائے اپنی فہم کے مطابق تحریر کریں۔ جہاں کسی دینی یا قانونی مسئلے میں قطعی رائے درکار ہو وہاں اہلِ علم اور مستند علماء کی طرف رجوع کریں۔

سوال نمبر 1

سوال نمبر 1: شمائل کا معنی و مفہوم اور اقسام بیان کرتے ہوئے شمائلِ نبوی ﷺ پر لکھی گئی اہم کتب کا تعارف کروائیں۔ (20 نمبر)

تمہید

سیرتِ نبوی ﷺ کے مطالعے کا ایک نہایت دلچسپ، ایمان افروز اور عملی پہلو "شمائل" کا مطالعہ ہے۔ سیرت میں عموماً آپ ﷺ کی زندگی کے واقعات، غزوات، معاہدات اور دعوتی مراحل بیان ہوتے ہیں، جبکہ شمائل میں آپ ﷺ کی ذاتِ مبارک کے ظاہری حلیے، اخلاق و عادات، کھانے پینے، لباس، گفتگو، عبادت اور روزمرہ معمولات کو موضوع بنایا جاتا ہے۔ گویا سیرت ہمیں بتاتی ہے کہ آپ ﷺ نے کیا کیا، اور شمائل ہمیں بتاتے ہیں کہ آپ ﷺ کیسے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ شمائل کا مطالعہ محض معلومات میں اضافہ نہیں کرتا بلکہ آپ ﷺ کی شخصیت سے قلبی تعلق، محبت اور اتباع کا ذوق پیدا کرتا ہے، کیونکہ انسان جس شخصیت کی عادات و اطوار کو قریب سے جانتا ہے، اسی کی پیروی کا جذبہ اس کے دل میں پیدا ہوتا ہے۔ اس جواب میں پہلے شمائل کے لغوی و اصطلاحی معنی و مفہوم، اس کی اقسام بیان کی جائیں گی، پھر شمائلِ نبوی ﷺ پر لکھی گئی اہم کتب کا تعارف پیش کیا جائے گا۔ تمام روایات یہاں مفہوم کے طور پر اپنے الفاظ میں بیان کی گئی ہیں اور ان کے ساتھ حدیث کی شناخت (راوی) کر دی گئی ہے۔

شمائل کا لغوی معنی و مفہوم

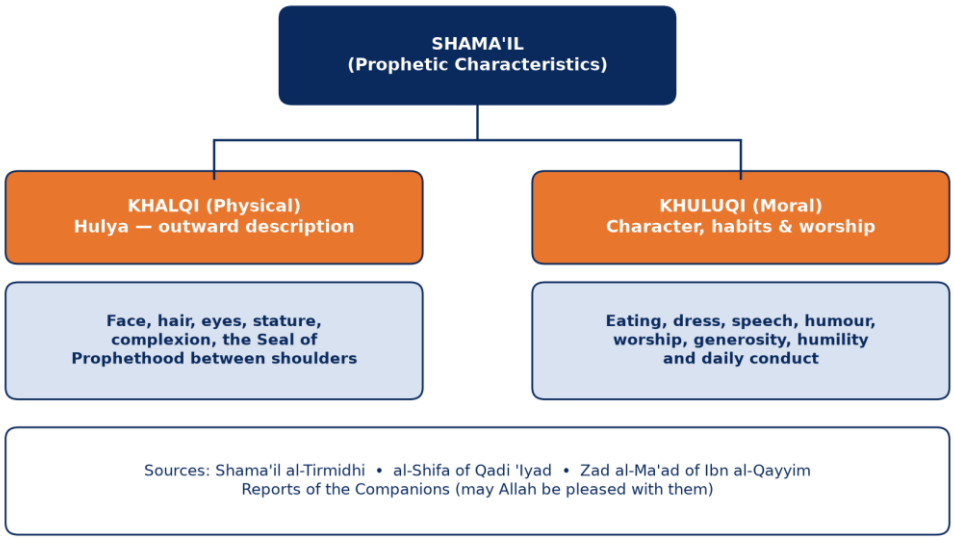
"شمائل" عربی زبان کا لفظ ہے اور یہ "شِمال" کی جمع ہے۔ اہلِ لغت کے نزدیک شِمال کے معنی عادت، خصلت، طبیعت اور سیرت کے ہیں، چنانچہ جب کسی شخص کے بارے میں کہا جائے کہ وہ حسنِ شمائل کا مالک ہے تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ اس کی عادات و خصائل اور صورت و سیرت خوبصورت ہیں۔ بعض اہلِ لغت نے شمال کو "خُلق" یعنی اخلاق کے معنی میں بھی لیا ہے۔ اس لفظ کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ عربی میں صورت و شکل اور ہیئت و کیفیت کے بیان کے لیے بھی یہی خاندانِ الفاظ استعمال ہوتا ہے، اسی لیے شمائل میں ظاہری حلیہ بھی شامل ہو گیا۔ حاصل یہ ہے کہ لغوی اعتبار سے شمائل سے مراد کسی شخص کی وہ تمام خصوصیات ہیں جن سے اس کی شخصیت کی پہچان ہوتی ہے، خواہ ان کا تعلق ظاہری شکل و صورت سے ہو یا باطنی اخلاق و کردار سے۔

اصطلاحی مفہوم میں "شمائلِ نبوی" سے مراد علمِ سیرت و حدیث کی وہ شاخ ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کے حلیہ مبارک، جسمانی اوصاف، اخلاق و عادات، کھانے پینے، سونے جاگنے، لباس و خوشبو، گفتگو و مزاح، عبادت و سخاوت اور دیگر روزمرہ معمولات کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایات کی روشنی میں جمع اور بیان کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام

رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کی زندگی کے چھوٹے سے چھوٹے معمول کو بھی محفوظ رکھا، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آپ ﷺ کی ہر ادا امت کے لیے نمونہ ہے۔ بعد کے محدثین و سیرت نگاروں نے ان متفرق روایات کو باقاعدہ ابواب کی صورت میں مرتب کیا اور یوں شمائل ایک مستقل فن کی صورت اختیار کر گیا۔ اس فن کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ یہ روایت پر مبنی ہے؛ جو کچھ بیان کیا جاتا ہے وہ دیکھنے اور قریب رہنے والوں کی گواہی کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے، قیاس و تخمینے سے نہیں۔

شمائل کی اقسام

علماء نے شمائل کو سمجھنے کی سہولت کے لیے بنیادی طور پر دو بڑی اقسام میں تقسیم کیا ہے: شمائلِ خَلقیہ اور شمائلِ خُلقیہ۔ شمائلِ خَلقیہ سے مراد وہ اوصاف ہیں جن کا تعلق آپ ﷺ کی جسمانی ساخت اور ظاہری حلیے سے ہے، مثلاً قد مبارک، رنگت، چہرہ مبارک، سر اور بال، آنکھیں، ابرو، ناک، دہن، دانت، گردن، کندھے، سینہ، ہاتھ پاؤں اور دونوں کندھوں کے درمیان مہرِ نبوت۔ ان اوصاف کی تفصیل زیادہ تر ان صحابہ سے منقول ہے جنہوں نے آپ ﷺ کو بغور دیکھا اور بعد میں پوچھنے والوں کو حلیہ بیان کیا۔ شمائلِ خُلقیہ سے مراد آپ ﷺ کے اخلاق، عادات اور معمولات ہیں، مثلاً تواضع، سخاوت، شجاعت، حلم و بردباری، کھانے پینے کے آداب، لباس کی سادگی، گفتگو کا انداز، مزاح کی کیفیت، عبادت و ریاضت، زہد و قناعت اور اہل و عیال و خدام کے ساتھ حسنِ سلوک۔ یہ درج ذیل شکل سے بھی واضح ہوتا ہے۔



شکل: شمائل کی دو بنیادی اقسام — خَلقی (حلیہ) اور خُلقی (اخلاق و معمولات)

بعض علماء نے اس تقسیم کو مزید وسعت دے کر شمائل کو تین حصوں میں بیان کیا ہے: پہلا حصہ حلیہ و صورت، دوسرا حصہ اخلاق و سیرت، اور تیسرا حصہ عبادات و معمولات اور معاشرت۔ یہ تقسیم درحقیقت پہلی تقسیم ہی کی تفصیل ہے، کیونکہ عبادات و معمولات بھی خُلقِی شمائل ہی کے ذیل میں آتے ہیں۔ شمائل کی کتب کے ابواب پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤلفین نے اسی ترتیب کو پیشِ نظر رکھا ہے: آغاز عموماً حلیے سے ہوتا ہے، پھر مہرِ نبوت، بالوں، سرمہ و کنگھی، لباس، جوتے، انگوٹھی، کھانے پینے، گفتگو، ہنسی و مزاح، سونے، عبادت، تواضع اور اخلاق کے ابواب آتے ہیں۔ اس ترتیب سے پڑھنے والے کے ذہن میں آپ ﷺ کی مکمل عملی تصویر بن جاتی ہے۔

شمائل پر تصنیف کی روایت اور اس کی اہمیت

شمائل کی روایات ابتدائی دور سے حدیث و سیرت کی کتب میں بکھری ہوئی موجود تھیں، مگر اسے مستقل موضوع بنا کر کتاب لکھنے کا شرف سب سے نمایاں طور پر امام ترمذی رحمہ اللہ (وفات 279ھ) کو حاصل ہوا، جن کی "الشمائل المحمدیہ" اس فن کی بنیاد سمجھی جاتی ہے۔ اس کے بعد ہر دور میں علماء نے اس موضوع پر چھوٹی بڑی کتب لکھیں، شروحات تحریر کیں اور اختصارات تیار کیے۔ شمائل کے مطالعے کی اہمیت یہ ہے کہ یہ محبتِ رسول ﷺ کا سب سے مؤثر ذریعہ ہے، کیونکہ محبت معرفت سے پیدا ہوتی ہے اور شمائل آپ ﷺ کی قریب ترین معرفت عطا کرتے ہیں۔ دوسری اہمیت یہ ہے کہ شمائل اتباعِ سنت کا عملی نقشہ فراہم کرتے ہیں؛ کھانا کیسے کھایا جائے، لباس کیسا ہو، گفتگو کیسی ہو، ان سب کا جواب روایاتِ شمائل میں ملتا ہے۔ تیسری اہمیت یہ ہے کہ آخرت کی تیاری، زہد و قناعت اور اخلاقِ حسنہ کی تربیت کے لیے یہ مطالعہ غیر معمولی اثر رکھتا ہے، اسی لیے بزرگوں کے یہاں شمائل کی مجالس و دروس کی روایت ہمیشہ قائم رہی ہے۔

شمائلِ نبوی ﷺ پر لکھی گئی اہم کتب کا تعارف

ذیل میں اس فن کی چند نمائندہ اور مستند کتب کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے، جن کا مطالعہ اس مضمون کے طلبہ کے لیے بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔

جدول: شمائلِ نبوی ﷺ پر اہم کتب

کتاب	مؤلف	خصوصیت
الشمائل المحمدیہ	امام ابو عیسیٰ ترمذی (وفات 279ھ)	اس فن کی مشہور ترین بنیادی کتاب؛ حلیہ، لباس، کھانے پینے، گفتگو، عبادت اور اخلاق سمیت درجنوں ابواب میں تقریباً چار سو روایات کا مجموعہ
کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ	قاضی عیاض مالکی (وفات 544ھ)	آپ ﷺ کے حقوق، مقام و مرتبے اور اوصاف و شمائل کا جامع و مؤثر بیان؛ صدیوں سے مقبول و مستند مرجع
زاد المعاد فی ہدی خیر العباد	امام ابن قیم جوزیہ (وفات 751ھ)	آپ ﷺ کے معمولات، عبادات، کھانے پینے، علاج اور روزمرہ ہدایت کا تفصیلی و تحقیقی بیان
اخلاق النبی ﷺ و آدابہ	ابو الشیخ اصبہانی (وفات 369ھ)	آپ ﷺ کے اخلاق و آداب پر قدیم و مفصل مجموعۂ روایات
مدارج النبوۃ و درجۃ الکمالات	شیخ عبد الحق محدث دہلوی (وفات 1052ھ)	فارسی زبان میں سیرت و شمائل کا مفصل ذخیرہ؛ برصغیر میں خاص طور پر مقبول
نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ﷺ	حکیم الامت اشرف علی تھانوی (وفات 1362ھ)	اردو زبان میں شمائل و سیرت کا مقبول، آسان اور مؤثر مجموعہ، عوام و خواص دونوں میں رائج

USMAN NOTES www.usmannotes.com

امام ترمذی کی "الشمائل المحمدیہ" کا اسلوب یہ ہے کہ ہر باب میں پہلے عنوان قائم کیا جاتا ہے، پھر اس موضوع کی روایات اسناد کے ساتھ نقل کی جاتی ہیں۔ اس کتاب کی اسناد و روایات پر بعد کے محدثین نے بہت کام کیا، اس کی شروحات لکھی گئیں جن میں علی قاری کی "جمع الوسائل" اور دیگر شروح نمایاں ہیں، اور اس کے اختصارات بھی تیار ہوئے۔

قاضی عیاض کی "الشفاء" کا مزاج شمائل کے ساتھ ساتھ عقیدت و حقوقِ مصطفیٰ ﷺ کی حفاظت ہے؛ اس میں آپ ﷺ کے کمالات، آپ کی عصمت، آپ کے مقام کی عظمت اور آپ سے محبت و تعظیم کے احکام بڑی قوت سے بیان ہوئے ہیں۔ ابن قیم کی "زاد المعاد" عملی رہنمائی پر مرکوز ہے، اس لیے طالب علم کو روزمرہ سنتوں کی تفصیل وہاں سب سے زیادہ ملتی ہے۔ برصغیر کے طلبہ کے لیے "نشر الطیب" اردو میں ہونے کی وجہ سے خاص طور پر مفید ہے۔

ان کتب کے علاوہ سیرت کی بڑی کتب، مثلاً ابن ہشام کی سیرت، ابن سعد کی "الطبقات الکبریٰ" اور امام بیہقی کی "دلائل النبوۃ" میں بھی شمائل کا وافر مواد موجود ہے۔ خصائص پر امام سیوطی کی "الخصائص الکبریٰ" اس پہلو کی نمائندہ کتاب ہے کہ اس میں آپ ﷺ کے امتیازی پہلوؤں کے معجزات جمع کیے گئے ہیں۔ جدید دور میں اردو و انگریزی میں شمائل ترمذی کے تراجم و شروح کی اشاعت سے یہ علم عام قارئین تک پہنچا ہے؛ اس کے باوجود طالب علم کو چاہیے کہ وہ روایات کو مستند تراجم و شروح کی مدد سے پڑھے اور کسی روایت کی صحت و درجے کے بارے میں قطعی بات اہلِ علم کی تحقیق پر چھوڑے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ شمائل سے مراد رسول اللہ ﷺ کی صورت و سیرت، اخلاق و عادات اور معمولات کا وہ روایتی ذخیرہ ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی گواہیوں سے ہم تک پہنچا ہے۔ اس کی دو بڑی قسمیں ہیں: خَلقیہ یعنی حلیے سے متعلق اوصاف، اور خُلقیہ یعنی اخلاق و معمولات سے متعلق اوصاف۔ امام ترمذی کی شمائل اس فن کی بنیاد ہے، جبکہ الشفاء، زاد المعاد، اخلاق النبی، مدارج النبوۃ اور نشر الطیب جیسی کتب نے اس علم کو وسعت اور مقبولیت عطا کی۔ شمائل کا مطالعہ محض امتحانی ضرورت نہیں، بلکہ محبت و اتباع کی بنیاد ہے؛ جو طالب علم ان روایات کو سمجھ کر پڑھے گا، اسے اپنی زندگی کے ہر شعبے میں سنت کی روشنی میسر آئے گی۔

سوال نمبر 2

سوال نمبر 2: رسول اللہ ﷺ کے روزمرہ معمولات میں کھانے پینے، نشست و برخاست اور لباس مبارک کی عادات تحریر کریں۔ (20 نمبر)

تمہید

رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کا ہر معمول امت کے لیے نمونہ ہے، اور اس نمونے کی سب سے روشن جھلک آپ ﷺ کے روزمرہ کے چھوٹے چھوٹے کاموں میں نظر آتی ہے۔ کھانا پینا، بیٹھنا اٹھنا اور لباس پہننا بظاہر معمولی امور ہیں، لیکن آپ ﷺ نے انہیں بھی آداب، شکر، سادگی اور وقار سے مزین فرما دیا۔ شمائل کی روایات میں یہ تفصیلات اس لیے محفوظ ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کی ہر ادا کو غور سے دیکھا اور امت تک پہنچایا۔ اس جواب میں تین عنوانات کے تحت آپ ﷺ کی عادات بیان کی جائیں گی: کھانے پینے کی عادات، نشست و برخاست کی کیفیت، اور لباس مبارک کی خصوصیات۔ تمام واقعات و روایات مفہوم کے طور پر بیان کیے گئے ہیں اور مآخذ کا حوالہ دیا گیا ہے، تاکہ طالب علم اصل کتب کی طرف رجوع کر سکے۔

کھانے پینے کی عادات مبارکہ

آپ ﷺ کھانے کا آغاز اللہ کا نام لے کر فرماتے اور دائیں ہاتھ سے کھاتے تھے، اور بچوں و اہلِ مجلس کو بھی یہی تعلیم دیتے کہ اللہ کا نام لو، دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔ یہ تعلیم شمائل و حدیث کی کتب میں حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ثابت ہے۔ آپ ﷺ کبھی کسی کھانے میں عیب نہیں نکالتے تھے؛ پسند ہوتا تو تناول فرما لیتے اور ناپسند ہوتا تو چھوڑ دیتے، شکوہ نہ فرماتے۔ یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کا مفہوم ہے جو صحیحین میں موجود ہے اور آج کے زمانے میں دسترخوان کے آداب کا سب سے بڑا اصول ہے۔ آپ ﷺ تین انگلیوں سے کھاتے اور کھانے کے بعد انگلیاں چاٹنے یا صاف کرنے کی ترغیب اس مفہوم کے ساتھ منقول ہے کہ انسان کو معلوم نہیں کہ کھانے کے کس حصے میں برکت ہے۔ بھوک سے زیادہ کھانا آپ ﷺ کا معمول نہ تھا؛ پیٹ بھر کر کھانے کی مذمت اور معدے کو کھانے، پانی اور ہوا کے لیے تقسیم کرنے کی تعلیم بھی روایات میں اسی مفہوم سے ملتی ہے۔

پینے کی عادات میں یہ باتیں ثابت ہیں کہ آپ ﷺ پانی تین سانسوں میں پیتے، برتن میں سانس لینے سے منع فرماتے اور بیٹھ کر پینے کو پسند فرماتے تھے۔ دودھ آپ ﷺ کو بہت پسند تھا؛ معراج کی رات جبریل علیہ السلام کی طرف سے دودھ پیش کیے جانے اور آپ ﷺ کے اسے اختیار فرمانے کا واقعہ مشہور ہے، جسے فطرت کے اختیار سے تعبیر کیا گیا۔ میٹھی اور ٹھنڈی چیز پسند تھی، شہد سے محبت تھی اور کھجور آپ ﷺ کی غذا کا اہم حصہ تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ بیت کے گھر میں مہینوں آگ نہ جلتی اور گزارا کھجور و پانی پر ہوتا، مگر شکوے کے بجائے شکر و قناعت کا رنگ غالب رہتا۔ سرکے کی تعریف فرمانے کا مفہوم یہی ہے کہ موجود نعمت پر قناعت اور اہلِ خانہ کی دل جوئی کی جائے۔ گوشت میں دست اور ران پسند تھی، مگر یہ پسند تکلف کے ساتھ نہ تھی؛ جو میسر آتا اسی پر اکتفا ہوتا۔ مہمان نوازی کے موقع پر بھی سادگی قائم رہتی اور کھانے میں دوسروں کو شریک کرنا، اہلِ صفہ و فقراء کو یاد رکھنا آپ ﷺ کا مستقل معمول تھا۔

نشست و برخاست کی عادات

آپ ﷺ کی مجلس وقار، تواضع اور محبت کا حسین امتزاج ہوتی تھی۔ آپ ﷺ عموماً زمین پر بیٹھتے، کبھی گھٹنوں کے بل اور کبھی چوکڑی مار کر (قرفصاء کی صورت میں) بیٹھتے، اور کھانا کھاتے وقت ایک گھٹنا کھڑا کر کے یا اسی سہارے سے بیٹھنے کی کیفیت روایات میں آئی ہے۔ ٹیک لگا کر کھانے سے آپ ﷺ نے منع فرمایا، جس کا مفہوم بڑائی و تکلف سے بچنا ہے۔ مجلس میں آنے والے کے لیے جگہ بنانا، سلام میں پہل، مصافحہ اور پوری توجہ سے بات سننا آپ ﷺ کی عادت تھی؛ جس سے بات کرتے اس کی طرف پورا رخ فرماتے، اور کسی کی بات کاٹنے یا درمیان میں بولنے کا معمول نہ تھا۔ مجلس کے اختتام پر استغفار و کفارۂ مجلس کی دعا کی تعلیم بھی منقول ہے۔

برخاست یعنی اٹھنے بیٹھنے کے سلسلے میں یہ بات واضح ہے کہ آپ ﷺ کی چال میں توازن و وقار تھا؛ چلتے تو یوں معلوم ہوتا گویا بلندی سے اتر رہے ہوں، نہ سستی تھی نہ غرور۔ کسی کے لیے پوری طرح کھڑا ہونا تعظیم کی حد سے بڑھانے کے انداز میں پسند نہ فرمایا، اور اپنے لیے لوگوں کے کھڑے ہونے کی خواہش بھی نہ تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کا مفہوم ہے کہ صحابہ آپ ﷺ سے سب سے زیادہ محبت کرتے تھے مگر آپ ﷺ کے آنے پر اس لیے کھڑے نہ ہوتے تھے کہ آپ ﷺ اسے پسند نہ فرماتے تھے۔ سونے کی عادات میں دائیں کروٹ لینا، ہاتھ رخسار کے نیچے رکھنا، باوضو سونے کی ترغیب اور سونے جاگنے کی دعائیں شامل ہیں؛ دوپہر کو قیلولہ فرمانا بھی منقول ہے۔ جاگنے

پر سب سے پہلے اللہ کا ذکر اور مسواک کا اہتمام ہوتا۔ یہ تمام معمولات بتاتے ہیں کہ آپ ﷺ کی نشست و برخاست میں ہر حرکت ذکر، شکر اور تواضع کے رنگ میں رنگی ہوئی تھی۔

لباس مبارک کی عادات

لباس میں آپ ﷺ کا اصول سادگی، صفائی اور ستر پوشی تھا۔ قمیص آپ ﷺ کو سب لباسوں سے زیادہ پسند تھی، جیسا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت شمائل ترمذی میں موجود ہے۔ قمیص کے ساتھ تہبند (ازار) اور چادر (رداء) کا استعمال عام تھا۔ سر مبارک پر عمامہ باندھتے، کبھی ٹوپی بھی استعمال ہوتی۔ سفید لباس کی ترغیب اس مفہوم میں دی گئی کہ سفید کپڑے پہنو کیونکہ وہ پاکیزہ اور عمدہ ہیں۔ سبز رنگ کی چادر کا استعمال بھی ثابت ہے اور یمنی دھاری دار چادر (حبرہ) پسندیدگی کے ساتھ منقول ہے۔ جمعہ و عید کے موقع پر نسبتاً عمدہ لباس زیب تن فرماتے اور وفود سے ملاقات کے لیے تیار ہو کر تشریف لاتے، مگر تکلف و نمائش کبھی مقصود نہ ہوتی۔

نئے کپڑے پہننے پر شکر کی دعا پڑھنا، کپڑا پہننے میں دائیں جانب سے آغاز کرنا اور سر پر تیل لگانے و کنگھی کرنے کا اہتمام بھی شمائل کے ابواب میں محفوظ ہے۔ آپ ﷺ کا لباس ٹخنوں سے اوپر رہتا اور تکبر کی نیت سے کپڑا لٹکانے کی ممانعت سخت تھی، کیونکہ مسئلہ کپڑے کی لمبائی سے زیادہ دل کی کیفیت کا تھا۔ جوتا (نعلین) سادہ چمڑے کا ہوتا، جس میں دو تسمے ہوتے؛ کبھی موزے بھی استعمال فرماتے۔ انگوٹھی چاندی کی تھی جس پر مہر کے طور پر نقش تھا اور آپ ﷺ اسے خطوط پر مہر لگانے کے لیے استعمال فرماتے تھے۔ خوشبو آپ ﷺ کو بہت پسند تھی، مشکل (مسک) کا استعمال منقول ہے اور خوشبو کا تحفہ رد نہ فرمانے کی تعلیم بھی اسی باب میں ملتی ہے۔ نیچے کا جدول ان عادات کا خلاصہ پیش کرتا ہے۔

جدول: روزمرہ عادات کا خلاصہ

عادات مبارکہ	پہلو
بسم اللہ، دائیں ہاتھ، اپنے سامنے سے، عیب نہ نکالنا، سادگی و قناعت	کھانا

تین سانس میں، بیٹھ کر پینے کی پسندیدگی، برتن میں سانس کی ممانعت	پینا
زمین پر تواضع سے بیٹھنا، مجلس میں پوری توجہ، ٹیک لگا کر کھانے سے پرہیز	نشست
وقار، غرور و نمائش سے اجتناب	برخاست وچال
قمیص محبوب ترین، سفید رنگ کی ترغیب، سادگی، صفائی، خوشبو پسندی	لباس

نتیجہ

حاصل یہ ہے کہ آپ ﷺ کے روزمرہ معمولات میں ہر عمل سنت و ادب کا آئینہ ہے۔ کھانے پینے میں قناعت، نشست و برخاست میں تواضع و وقار، اور لباس میں سادگی و صفائی آپ ﷺ کی ممتاز خصوصیات ہیں۔ طالب علم کے لیے ان عادات کو پڑھنا ہی کافی نہیں؛ اصل مقصد یہ ہے کہ انہیں زندگی میں اتارا جائے، کیونکہ شمائل پڑھنے کا ثمر یہی ہے کہ سنت عملی زندگی کا حصہ بنے۔

سوال نمبر 3

سوال نمبر 3: زہد و تقویٰ کا معنی بیان کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی مال و دولت سے بے رغبتی کے واقعات واضح کریں۔ (20 نمبر)

تمہید

زہد و تقویٰ سیرتِ نبوی ﷺ کے وہ درخشاں عنوانات ہیں جن کے بغیر آپ ﷺ کی شخصیت کا مطالعہ مکمل نہیں ہوتا۔ آپ ﷺ اس دنیا میں رہ کر بھی دنیا سے بے نیاز رہے؛ مال آیا تو اللہ کی راہ میں بہا دیا، نہ آیا تو صبر و شکر کے ساتھ گزارا کیا۔ آج کے مادہ پرست دور میں اس باب کا مطالعہ خاص طور پر ضروری ہے، کیونکہ معاشرے میں مال کی دوڑ نے سکون چھین لیا ہے۔ اس جواب میں پہلے زہد اور تقویٰ کے لغوی و شرعی معنی واضح کیے جائیں گے، پھر آپ ﷺ کی مال و دولت سے بے رغبتی کے نمایاں واقعات

روایات کے مفہوم کی صورت میں بیان کیے جائیں گے۔ یہ بات پیشِ نظر رہے کہ شرعی احکام کی دقیق تطبیق اور کسی واقعے کے حکم کے تعین میں قطعی رائے اہلِ علم کا کام ہے؛ یہاں مقصد تعلیمی بیان ہے۔

زہد کا معنی و مفہوم

زہد کے لغوی معنی بے رغبتی، بے نیازی اور کسی چیز کی طرف دل کے نہ مائل ہونے کے ہیں۔ شرعی اصطلاح میں زہد سے مراد دنیا کی نعمتوں اور مال و جاہ کی محبت کو دل سے نکال دینا ہے، اس طرح کہ مال ہاتھ میں ہو تو اس کی قدر اللہ کی اطاعت کے تناسب سے ہو اور دل کا تعلق اس سے بندھا ہوا نہ ہو۔ علماء نے واضح کیا ہے کہ زہد کا مطلب یہ نہیں کہ انسان دنیا کی نعمتیں ترک کر کے گوشہ نشین ہو جائے یا کمائی چھوڑ دے؛ اصل زہد یہ ہے کہ انسان دنیا کو مقصود نہ بنائے بلکہ اسے آخرت کے لیے ذریعہ سمجھے۔ اسی مفہوم کو اس تعلیم میں سمیٹا گیا ہے کہ دنیا میں یوں رہو جیسے مسافر یا راستہ عبور کرنے والا رہتا ہے۔ ابن قیم رحمہ اللہ وغیرہ نے زہد کی یہ تعریف کی ہے کہ جس چیز کا ترک کرنا فائدہ مند ہو اس سے دل کو خالی کر دینا، اور جو چیز آخرت میں کام آنے والی ہو اس کی طلب میں رغبت رکھنا۔ اس اعتبار سے زہد ترکِ دنیا کا نہیں بلکہ ترکِ محبتِ دنیا کا نام ہے۔

تقویٰ کا معنی و مفہوم

تقویٰ کے لغوی معنی بچنا، پرہیز کرنا اور اپنے آپ کو نقصان سے محفوظ رکھنا ہے۔ شرعی مفہوم میں تقویٰ یہ ہے کہ بندہ اللہ کے احکام کی پابندی اور ممنوعات سے اجتناب کو اپنی زندگی کا معمول بنا لے، اور ہر عمل میں یہ احساس رکھے کہ اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔ صحابہ و تابعین کی تعریفات کا خلاصہ یہی ہے کہ اللہ کی اطاعت اس کے نور (ہدایت) کی روشنی میں کی جائے، اس کے ثواب کی امید پر، اور اس کی نافرمانی اسی ہدایت کی روشنی میں چھوڑی جائے، اس کے عذاب کے خوف سے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منسوب تعریف میں تقویٰ کے چار ستون بیان کیے گئے ہیں: اللہ سے ڈرنا، قرآن پر عمل کرنا، تھوڑے پر قناعت کرنا اور رحلت (آخرت) کے دن کی تیاری کرنا۔ تقویٰ اور زہد کا باہمی تعلق یہ ہے کہ تقویٰ انسان کو حرام سے بچاتا ہے اور زہد اسے حلال کی زیادتی کی محبت سے بھی آزاد کر دیتا ہے؛ یوں دونوں مل کر دل کو اللہ کے لیے خالص کر دیتے ہیں۔ آپ

ﷺ کی زندگی میں یہ دونوں وصف اپنے کمال پر تھے، کیونکہ آپ ﷺ سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والے اور سب سے زیادہ اس کی عبادت کرنے والے تھے، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایات کا مفہوم ہے۔

مال و دولت سے بے رغبتی کے واقعات

پہلا نمایاں واقعہ چٹائی کے اثرات کا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپ ﷺ ایک کھردری چٹائی پر آرام فرما ہیں اور اس کے نشانات پہلو مبارک پر پڑے ہوئے ہیں۔ گھر میں مٹھی بھر جو کے سوا کچھ نمایاں نہ تھا۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے اور عرض کیا کہ قیصر و کسریٰ عیش میں ہیں اور آپ اللہ کے رسول ہو کر اس حالت میں ہیں۔ آپ ﷺ نے انہیں تسلی دیتے ہوئے اس مفہوم کی بات فرمائی کہ کیا تم اس پر راضی نہیں کہ ان کے لیے دنیا ہو اور ہمارے لیے آخرت ہو۔ یہ واقعہ بخاری و مسلم کی روایات میں موجود ہے اور زہدِ نبوی کی سب سے مؤثر تصویر پیش کرتا ہے۔

دوسرا واقعہ گھر کے معمولات سے متعلق ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ اہلِ بیت کے یہاں دو دو مہینے چاند دیکھے جاتے اور گھروں میں آگ نہ جلتی؛ گزارا کھجوروں اور پانی پر ہوتا، البتہ بعض انصاری پڑوسی دودھ بھیج دیا کرتے تھے۔ اسی طرح ایک مرتبہ آپ ﷺ بھوک کی شدت میں گھر سے باہر تشریف لائے اور حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی کیفیت میں ملے؛ پھر ایک انصاری کے باغ میں کھجور و پانی کی ضیافت ہوئی تو آپ ﷺ نے اس مفہوم کی تنبیہ فرمائی کہ قیامت کے دن ان نعمتوں کے بارے میں بھی سوال ہو گا۔ یہ مسلم کی روایت کا خلاصہ ہے۔ تیسرا واقعہ یہ ہے کہ وفات کے وقت آپ ﷺ کے پاس گروی رکھی ہوئی زرہ کے سوا کوئی قابلِ ذکر مال نہ تھا؛ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے مطابق آپ ﷺ نے نہ دینار چھوڑا نہ درہم، اور آپ ﷺ کی میراث کے بارے میں یہ اصول بیان ہوا کہ انبیاء کی میراث مال نہیں ہوتی، جو چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ چوتھی مثال یہ ہے کہ فتح و غنائم کے دور میں بڑی رقوم مدینہ آتیں، مگر آپ ﷺ اسی دن تقسیم فرما دیتے اور گھر کے لیے کچھ بچا کر رکھنے کا معمول نہ تھا؛ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کا مفہوم ہے کہ آپ ﷺ اگلے دن کے لیے کوئی چیز ذخیرہ نہ فرماتے تھے۔

پانچواں واقعہ اختیار و انتخاب کا ہے۔ روایات میں آتا ہے کہ آپ ﷺ کو یہ اختیار دیا گیا کہ چاہیں تو مکہ کے پہاڑ سونے کے بنا دیے جائیں، مگر آپ ﷺ نے بندگی والی زندگی کو پسند فرمایا کہ ایک دن کھانا ملے تو شکر کریں اور ایک دن بھوک ہو تو صبر کریں۔ اس مفہوم کی روایت ترمذی و مسند احمد میں مذکور ہے۔ چھٹی مثال اصحابِ صفہ و فقراء کے ساتھ معاملہ ہے: آپ ﷺ خود بھوکے رہ کر دوسروں کو کھلاتے، اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جیسے فقراء کی خبر گیری فرماتے۔ ان تمام واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی بے رغبتی محض فقر کی مجبوری نہ تھی بلکہ منتخب کردہ طرزِ زندگی تھی؛ مال پر قدرت کے باوجود دل اس سے آزاد تھا، اور یہی زہد کی حقیقت ہے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ زہد دنیا کی محبت سے دل کی آزادی کا نام ہے اور تقویٰ اللہ کے خوف و اطاعت کی کیفیت ہے۔ آپ ﷺ کی زندگی میں یہ دونوں وصف اس طرح جمع تھے کہ چٹائی کا بستر، کھجور و پانی کی غذا اور تقسیم کر دینے کی عادت آپ ﷺ کے روزمرہ معمولات بن گئے۔ آج کے طالب علم کے لیے اس باب کا پیغام یہ ہے کہ قیمتی زندگی مال کی مقدار سے نہیں، دل کی قناعت اور اللہ سے تعلق سے بنتی ہے؛ اور یہ کہ حلال کمائی و خرچ میں میانہ روی اختیار کر کے سنتِ زہد پر بقدرِ استطاعت عمل کیا جائے۔

سوال نمبر 4

سوال نمبر 4: رسول اللہ ﷺ کی نماز، روزے اور صدقہ و زکوٰۃ کی حالت اور معمولات پر مفصل روشنی ڈالیں۔ (20 نمبر)

تمہید

عبادت آپ ﷺ کی زندگی کا مرکز و محور تھی۔ آپ ﷺ پر جو عبادات فرض کی گئیں ان کی ادائیگی میں آپ ﷺ نے ایسا کمال دکھایا کہ امت کے لیے ہر عبادت کا عملی نقشہ محفوظ ہو گیا۔ شمائل و حدیث کی کتب میں آپ ﷺ کی نماز، روزے اور صدقہ و انفاق کے معمولات تفصیل سے مذکور ہیں۔ اس جواب میں ان تینوں عبادات کو الگ الگ

عنوانات کے تحت بیان کیا جائے گا، نیز یہ بھی واضح کیا جائے گا کہ ان معمولات میں کیفیت و روحانیت کو مقدار پر کس طرح فوقیت حاصل تھی۔ روایات یہاں مفہوم کے طور پر بیان کی گئی ہیں اور ان کے مآخذ کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے؛ فقہی جزئیات کے قطعی مسائل میں طالب علم کو مستند فقہی کتب و اہلِ علم کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

نماز کی حالت اور معمولات

آپ ﷺ نماز کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دیتے تھے، اس مفہوم کی روایت نسائی و مسند احمد میں آئی ہے۔ پانچ وقت کی فرض نمازیں جماعت کے ساتھ مسجد میں ادا فرمانی آپ ﷺ کا مستقل معمول تھا، سفر و حضر اور صحت و مرض ہر حال میں یہ پابندی قائم رہی؛ مرض الوفات میں بھی جب تک طاقت رہی مسجد تشریف لے گئے اور آخری ایام میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو امامت کا حکم دیا۔ فرض نمازوں کے ساتھ سنن و نوافل کا اہتمام بھی غیر معمولی تھا: فجر کی سنتیں گھر میں ادا فرمانا، ظہر سے پہلے و بعد کی سنتیں، مغرب و عشاء کی سنتیں اور وتر کی پابندی معروف معمولات ہیں۔ رات کی نماز یعنی تہجد آپ ﷺ کی خاص شان تھی؛ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے مطابق آپ ﷺ رات کو اتنا طویل قیام فرماتے کہ قدم مبارک سوج جاتے۔ عرض کیا گیا کہ آپ کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف ہیں، پھر یہ مشقت کیوں؟ تو آپ ﷺ نے اس مفہوم میں جواب دیا کہ کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ یہ بخاری و مسلم کی مشہور روایت کا خلاصہ ہے۔

آپ ﷺ کی نماز میں خشوع و طمانینت نمایاں تھی۔ رکوع و سجود لمبے ہوتے، مگر جماعت کی نماز میں لوگوں کی رعایت سے تخفیف بھی فرماتے اور فرماتے کہ امام کو نماز ہلکی رکھنی چاہیے کیونکہ مقتدیوں میں بوڑھے، کمزور اور حاجت مند ہوتے ہیں۔ بچے کے رونے کی آواز سن کر نماز مختصر کر دینا اسی رعایت کی مثال ہے۔ نماز میں قراءت کا انداز بھی معمول کا حصہ تھا: جمعہ و عیدین میں مخصوص سورتوں کی قراءت منقول ہے اور فجر کی نماز میں طویل قراءت پسند تھی۔ نماز کے بعد اذکار و دعائیں اور بیٹھ کر تسبیحات کا اہتمام بھی ثابت ہے۔ چاشت (اشراق / ضحیٰ) کی نماز، تحیۃ المسجد اور سفر سے واپسی پر نماز جیسے نوافل بھی آپ ﷺ کے معمولات میں شامل رہے۔ ان تفصیلات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی نماز محض حرکات کا مجموعہ نہ تھی بلکہ حضورِ قلب، شکر اور اللہ سے مناجات کی مکمل کیفیت تھی۔

روزے کی حالت اور معمولات

فرض روزوں میں رمضان المبارک کے روزے آپ ﷺ پوری پابندی سے رکھتے اور اس مہینے میں عبادت کا اہتمام عام دنوں سے کئی گنا بڑھ جاتا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے مطابق آپ ﷺ شعبان کے مہینے میں سرت سے روزے رکھتے، یہاں تک کہ محسوس ہوتا کہ پورا مہینہ روزے رکھے ہیں، اور رمضان کے سوا کسی مہینے کے مکمل روزے نہیں رکھتے تھے۔ اس حکمت میں رمضان کی تیاری اور نفلی روزوں میں اعتدال دونوں پہلو شامل ہیں۔ رمضان کے آخری عشرے میں آپ ﷺ شب بیداری فرماتے، اہلِ خانہ کو جگاتے اور اعتکاف کا اہتمام ہوتا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ آپ ﷺ رمضان میں حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ قرآن کا دور فرماتے تھے۔

نفلی روزوں میں پیر اور جمعرات کے روزے معروف ہیں؛ پیر کے روزے کی وجہ دریافت کرنے پر آپ ﷺ نے اس مفہوم کی بات فرمائی کہ یہ وہ دن ہے جس میں میری ولادت ہوئی اور اسی دن مجھ پر وحی نازل ہوئی۔ ایامِ بیض یعنی چاند کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کے روزے، یومِ عاشوراء کا روزہ اور ذوالحجہ کے ابتدائی ایام کے روزوں کی فضیلت بھی روایات میں آئی ہے۔ اس کے برعکس مسلسل روزے رکھنے یعنی صومِ وصال سے آپ ﷺ نے امت کو منع فرمایا، کیونکہ آپ ﷺ کی کیفیت عام لوگوں سے مختلف تھی۔ روزے کی حالت میں بھی آپ ﷺ کے اخلاق بلند رہتے: روزہ دار کو گالی گلوچ و جھگڑے سے بچنے کی تعلیم آپ ﷺ نے یہ کہہ کر دی کہ اگر کوئی لڑے تو کہہ دو میں روزے سے ہوں۔ افطار میں جلدی اور سحری کھانے کی ترغیب، کھجور یا پانی سے افطار کرنا اور افطار کے وقت دعا کی قبولیت کی بشارت بھی آپ ﷺ کے معمولات و تعلیمات کا حصہ ہیں۔

صدقہ و زکوٰۃ کی حالت اور معمولات

سب سے پہلے یہ اصول سمجھنا ضروری ہے کہ آپ ﷺ اور آپ کے اہلِ بیت کے لیے زکوٰۃ و صدقہ لینا جائز نہ تھا؛ یہ اس مفہوم کی روایات سے ثابت ہے کہ صدقہ محمد ﷺ اور آلِ محمد کے لیے حلال نہیں۔ اسی لیے ایک مرتبہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے بچپن میں صدقے کی کھجور منہ میں ڈالی تو آپ ﷺ نے فوراً نکلوا دی اور یہی اصول سمجھایا۔

یہ واقعہ صحیحین میں مذکور ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ کا صدقہ سے تعلق دینے کی صورت میں تھا، لینے کی صورت میں نہیں۔ آپ ﷺ کی سخاوت کا حال حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یوں بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور رمضان میں آپ کی سخاوت تیز ہوا سے بھی بڑھ جاتی تھی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کا مفہوم ہے کہ آپ ﷺ سے جو چیز بھی مانگی گئی، آپ نے کبھی "نہیں" نہ کہا۔

آپ ﷺ کے انفاق کا دائرہ بہت وسیع تھا: فقراء و مساکین، اصحابِ صفہ، قیدیوں کی رہائی، قرض داروں کی مدد، مسافروں کی ضیافت اور اللہ کی راہ میں جہاد کی تیاری، ہر مد میں آپ ﷺ خرچ فرماتے۔ مال آتا تو اسی دن تقسیم ہو جاتا؛ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کل کے لیے کچھ بچا کر نہیں رکھتے تھے۔ زکوٰۃ کے نظام کی تنظیم بھی آپ ﷺ نے فرمائی: قبائل کی طرف عاملین بھیجے جاتے، مال داروں سے وصول کر کے انہی کے فقراء میں تقسیم کیا جاتا، جیسا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجتے وقت دی گئی ہدایات سے واضح ہوتا ہے۔ صدقہ فطر کی ادائیگی، قربانی کے گوشت کی تقسیم اور ہدیہ قبول کرنے کے بعد اس سے بہتر بدلہ دینا بھی آپ ﷺ کے معمولات میں شامل تھا۔ قابلِ غور نکتہ یہ ہے کہ آپ ﷺ ہدیہ قبول فرماتے مگر صدقہ اپنے لیے قبول نہ فرماتے، اور صحابہ اس فرق کو خوب جانتے تھے۔ درج ذیل جدول تینوں عبادات کے معمولات کا خلاصہ ہے۔

جدول: عبادات کے معمولات کا خلاصہ

عبادت	معمولاتِ مبارکہ
نماز	پانچ فرض جماعت سے، سنن و وتر کی پابندی، طویل تہجد، خشوع و طمانینت، جماعت میں تخفیف و رعایت
روزہ	رمضان کی مکمل پابندی و اعتکاف، شعبان میں کثرت، پیر و جمعرات، ایامِ بیض، صومِ وصال سے امت کو ممانعت

اپنے لیے صدقہ قبول نہ کرنا، بے مثال سخاوت، اسی دن تقسیم، عاملین کے ذریعے زکوٰۃ کا نظام	صدقہ و انفاق

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کی عبادات میں پابندی، کیفیت اور دوسروں کی [illegible] کمال کے ساتھ جمع تھیں۔ نماز میں شکر گزاری کا جذبہ، روزوں میں اعتدال اور رمضان میں خصوصی اہتمام، اور انفاق میں بے لوث سخاوت آپ ﷺ کے معمولات کی بہترین [illegible] ہے۔ طالب علم کے لیے سبق یہ ہے کہ عبادت کو بوجھ نہیں، اللہ سے تعلق کا ذریعہ سمجھا جائے اور مقدار کے ساتھ کیفیت و اخلاص پر توجہ دی جائے۔

سوال نمبر 5

سوال نمبر 5: رسول اللہ ﷺ کے کلام مبارک کی خصوصیات بیان کریں۔ (20 نمبر)

تمہید

رسول اللہ ﷺ کا کلام انسانی گفتگو کی بلند ترین مثال ہے۔ آپ ﷺ عرب کے فصیح ترین قبیلے قریش سے تعلق رکھتے تھے، بچپن بنو سعد میں گزرا جہاں کی عربی خالص ترین سمجھی جاتی تھی، اور اس پر وحی کی تربیت و رہنمائی مزید تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کے کلام کی خصوصیات کو شمائل کی کتب میں بڑی محبت سے محفوظ کیا ہے، کیونکہ آپ ﷺ کی گفتگو صرف الفاظ کا مجموعہ نہ تھی بلکہ کردار، حکمت اور رحمت کا اظہار تھی۔ اس جواب میں کلام نبوی کی نمایاں خصوصیات — جوامع الکلم ہونا، فصاحت و بلاغت، اختصار و جامعیت، نرمی و وضاحت، سچائی اور مخاطب کی رعایت — تفصیل سے بیان کی جائیں گی۔

جوامع الکلم: مختصر الفاظ، وسیع معانی

کلامِ نبوی کی سب سے مشہور خصوصیت "جوامع الکلم" ہے۔ روایات میں آتا ہے کہ آپ ﷺ کو جوامع الکلم عطا کیے گئے، یعنی آپ ﷺ ایسے مختصر و جامع جملے ارشاد فرماتے جن میں معانی کا سمندر سمایا ہوتا۔ اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہونے، مسلمان کی تعریف کہ اس کی زبان و ہاتھ سے دوسرے محفوظ رہیں، اور دین کے خیر خواہی ہونے جیسے ارشادات اس کی روشن مثالیں ہیں؛ یہ جملے چند الفاظ پر مشتمل ہیں مگر فقہ و اخلاق کی پوری کتابیں ان کی شرح میں لکھی گئی ہیں۔ اس خصوصیت کی وجہ سے آپ ﷺ کی احادیث صدیوں سے حفظ کی جاتی ہیں، مجالس میں دہرائی جاتی ہیں اور قانون و اخلاق کی بنیاد بنی ہوئی ہیں۔ طالب علم کو چاہیے کہ وہ ان جامع ارشادات کے مفاہیم مستند شروح سے سمجھے، کیونکہ ان کے اطلاق میں دقتِ نظر درکار ہوتی ہے۔

فصاحت، وضاحت اور اندازِ بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت شمائل و سنن میں موجود ہے کہ آپ ﷺ کی گفتگو بالکل واضح اور الگ الگ ہوتی تھی؛ آپ ﷺ جلدی جلدی بات نہیں کرتے تھے، بلکہ ٹھہر ٹھہر کر اس طرح ارشاد فرماتے کہ سننے والا اسے گن سکتا اور یاد کر سکتا تھا، اور جو آپ ﷺ کی مجلس میں بیٹھتا وہ بات کو اچھی طرح سمجھ اور محفوظ کر لیتا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کا مفہوم ہے کہ آپ ﷺ اہم بات کو تین مرتبہ دہراتے تاکہ وہ پوری طرح سمجھ میں آ جائے۔ گفتگو میں اشارے کا استعمال بھی ثابت ہے: کبھی انگلیوں کو ملا کر تقویٰ و احتیاط کا مفہوم سمجھایا، کبھی زمین پر لکیریں کھینچ کر صراطِ مستقیم اور اس کے ارد گرد راستوں کی مثال دی۔ یہ تمثیلی انداز مشکل مفاہیم کو عام فہم بنا دیتا تھا۔ آپ ﷺ کی آواز میں قدرتی جلال و وقار تھا، خطبے میں آواز بلند ہوتی اور انداز میں ایسی تاثیر ہوتی کہ سننے والوں کے دل لرز جاتے، جیسا کہ خطبۂ حجۃ الوداع اور مواقع کے خطبات کی روایات سے ظاہر ہوتا ہے۔

سچائی، نرمی اور مخاطب کی رعایت

آپ ﷺ کے کلام کی بنیاد سچائی تھی؛ مزاح میں بھی جھوٹ آپ ﷺ کی زبان پر کبھی نہ آیا۔ گفتگو میں نرمی اور شفقت غالب رہتی: کسی کو نام لے کر سرِعام رسوا کرنا، طعنہ دینا یا برا بھلا کہنا آپ ﷺ کی عادت نہ تھی۔ کسی برائی کا مذکرہ کرنا ہوتا تو عمومی انداز اختیار فرماتے کہ "لوگوں کو کیا ہوا ہے کہ وہ ایسا کرتے ہیں"، تاکہ اصلاح ہو جائے اور کسی کی عزت مجروح نہ ہو۔ سوال کرنے والے کے ذہن و استعداد کی رعایت آپ ﷺ کے جوابات میں نمایاں ہے: ایک ہی سوال کے جوابات مختلف پوچھنے والوں کو ان کے حالات کے مطابق مختلف ملتے ہیں، مثلاً افضل عمل کے سوال پر کسی کو وقت پر نماز، کسی کو والدین کی خدمت اور کسی کو اللہ کی راہ میں جدوجہد بتائی گئی۔ دیہاتی و نو مسلم کے ساتھ سادہ و نرم لہجہ، بچوں کے ساتھ ان کی سطح کی گفتگو، اور عورتوں و بوڑھوں کے ساتھ شفقت بھرا انداز اس رعایت کی عملی صورتیں ہیں۔ لمبی لمبی بے مقصد گفتگو، شور و ہنگامہ اور قہقہوں سے آپ ﷺ دور رہتے؛ آپ ﷺ کی ہنسی عموماً تبسم تک محدود رہتی۔

کلام میں حکمت، تربیت اور خاموشی کا توازن

آپ ﷺ ضرورت کے وقت بولتے اور بے ضرورت خاموشی اختیار فرماتے۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ کی طویل روایت، جو شمائل ترمذی میں منقول ہے، میں آپ ﷺ کی گفتگو و سکوت کی کیفیت بڑی تفصیل سے آئی ہے: آپ ﷺ سوچ سمجھ کر بولتے، فضول باتوں سے پرہیز فرماتے، لوگوں کی بات پوری توجہ سے سنتے اور ان کے دلوں کو جوڑنے والی گفتگو فرماتے۔ کسی کی غیبت یا چغلی آپ ﷺ کی مجلس میں جگہ نہ پاتی، اور دل آزاری والی بات سننا بھی پسند نہ تھا۔ تربیت کے مواقع پر آپ ﷺ سوال کے جواب سے آگے بڑھ کر پوچھنے والے کی عملی رہنمائی فرماتے، جیسے وضو و نماز کی عملی تعلیم یا معاشرتی مسائل میں مصلحت بھری ہدایت۔ ان خصوصیات کا مجموعی اثر یہ تھا کہ آپ ﷺ کا کلام سننے والے کے دل میں اتر جاتا اور زندگی بدل کر رکھ دیتا؛ صحابہ کی سیرتیں اس کی سب سے بڑی گواہی ہیں۔

خطبات و دعاؤں میں کلام کی کیفیت

جمعہ و عیدین کے خطبات اور اہم مواقع کی تقاریر میں آپ ﷺ کے کلام کی کیفیت خاص طور پر قابلِ مطالعہ ہے۔ خطبہ مختصر مگر جامع ہوتا؛ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کا مفہوم ہے کہ آپ ﷺ کی نماز بھی درمیانی ہوتی اور خطبہ بھی درمیانہ ہوتا۔ حجۃ الوداع کا خطبہ انسانی حقوق، جان و مال و عزت کے تحفظ، عورتوں کے حقوق اور مساوات کے اعلان پر مشتمل ایک جامع منشور کی حیثیت رکھتا ہے، جس کے اجزا آج بھی دنیا بھر میں حوالے کے طور پر پیش کیے جاتے ہیں۔ وعظ و نصیحت کے مواقع پر آپ ﷺ کی گفتگو میں خوف و امید کا توازن ہوتا؛ کبھی آخرت کی یاد سے دل نرم ہو جاتے اور آنکھیں اشکبار ہو جاتیں، جیسا کہ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس وعظ کا ذکر ہے جس سے دل کانپ گئے اور آنکھیں بہہ پڑیں۔ دعاؤں میں آپ ﷺ کے کلمات جامع ترین ہوتے: دنیا و آخرت کی بھلائی، عافیت اور آسانی جیسے وسیع مفاہیم چند الفاظ میں سمیٹ دیے جاتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کلامِ نبوی کی جامعیت صرف خطابت میں نہیں، دعا و مناجات میں بھی اسی شان سے موجود ہے۔

کلامِ نبوی کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ مختلف زبانوں و لہجوں کے لوگوں کی بات سمجھتے اور ان سے انہی کے فہم کے مطابق گفتگو فرماتے تھے۔ قبائل کے وفود آتے تو ان کے سوالات کے جوابات ان کے مزاج و ماحول کی مثالوں سے دیے جاتے۔ آپ ﷺ نے بعض مواقع پر دوسری زبانوں کے الفاظ بھی استعمال فرمائے اور صحابہ کو ضرورت کے مطابق دیگر زبانیں سیکھنے کی ترغیب دی، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کلام میں مقصد فہم و افہام تھا، زبان کی نمائش نہیں۔ علاوہ ازیں آپ ﷺ کا کلام بدگمانی، دوغلی بات اور منافقت بھرے انداز سے یکسر پاک تھا؛ آپ ﷺ یا تو بھلائی کی بات فرماتے یا خاموش رہتے، اور اسی اصول کو آپ ﷺ نے امت کے لیے ایمان کی علامت کے طور پر بیان فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ شمائل کی کتب میں کلام کا باب مستقل اہمیت رکھتا ہے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ کلامِ نبوی جوامع الکلم، فصاحت وبلاغت، وضاحت و تکرارِ تعلیمی، سچائی، نرمی اور مخاطب شناسی کا کامل نمونہ ہے۔ آج کے دور میں گفتگو کے آداب سیکھنے کا بہترین ذریعہ یہی شمائل ہیں: کم بولنا، سچ بولنا، نرم بولنا اور دوسرے کی نسبت کا خیال رکھ کر بولنا۔ جو طالب علم ان خصوصیات کو اپنی گفتگو میں اتارے گا وہ علم کے ساتھ ساتھ سنت کا عملی پیغام بھی بنے گا۔

USMAN NOTES www.usmannotes.com